''ڈاکٹر جمیل جالبی: شخصیت اور فن'' کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ

محمد اقبال

Muhammad Iqbal

Ph.D Scholar, Department of Urdu,

Lahore Garrison University, Lahore.

Abstract:

Humanbeings are the most important creation of Allah Almighty. Rank of human beings is increased due to knowledge. Knowledge is generated and then transfered by research, the researchers are the most valuable people for any society and era. Researches should be discussed by scholars and critics. Dr Jameel Jalbi is the most prominent researcher. Many research scholars have discussed his work, Dr.Abdul Aziz Sahir is one of them. In this article the book of Dr.Abdul Aziz Sahir "Dr Jameel jalbi: Shakhseat and Funn" will be discussed.

ڈاکٹر جمیل جالبی کی پیدائش ۱۲ جون ۱۹۲۹ء کو علی گڑھ کے ایک تعلیم یافتہ گھرانے میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم علی گڑھ اور سہارنپور سے حاصل کی۔ ان کی سب سے پہلی تخلیق بارہ سال کی عمر میں ایک کہانی ''سکندر اور ڈاکو'' کے عنوان سے تھی۔ اس کہانی کو سکول میں ڈراما کے طور پر پیش کیا گیا۔ ان کی تحریریں دہلی کے رسائل بنات اور عصمت میں شائع ہوتی رہیں۔ ڈاکٹر جمیل جالبی تقسیم ہند کے بعد کراچی آ گئے اور محکمہ تعلیم سے بہ طور ہیڈ ماسٹر اپنی خدمات سر انجام دیتے رہے اور اس کے ساتھ ساتھ ادبی سرگرمیوں میں بھی مصروف رہے۔

اسکول کی ملازمت کے دوران ہی جمیل جالبی نے ایم اے اور ایل ایل بی کے امتحانات پاس کیے اور ۱۹۷۲ء میں سندھ یونیورسٹی سے ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان کی نگرانی میں قدیم اُردو ادب پر مقالہ لکھ کر پی ایچ۔ ڈی ڈگری حاصل کی۔ ۱۹۸۳ء میں کراچی یونیورسٹی کے وائس چانسلر، ۱۹۸۷ء میں ''مقتدرہ قومی زبان'' جس کا موجودہ نام ''ادارہ فروغ قومی زبان'' ہے وہ اس کے چیئرمین تعینات ہوئے، جمیل جالبی ۱۹۹۰ء سے ۱۹۹۷ء تک اردو لغت بورڈ کراچی کے سربراہ بھی رہے۔

ڈاکٹر جمیل جالبی کا اردو ادب کے لیے اہم کاموں میں سے ایک کام ''قومی انگریزی اردو لغت''، ''قدیم اردو کی لغت'' اور ''فرہنگ اصلاحات (جامعہ عثمانیہ)'' کی تدوین ہے۔ ''تاریخ ادب اردو'' ان کی وہ تخلیق ہے جو بہت زیادہ مقبول ہے۔ ڈاکٹر جمیل جالبی کی ایک اہم کتاب ''پاکستانی کلچر: قومی کلچر کی تشکیل کا مسئلہ'' ہے۔ اس کتاب میں انھوں نے کلچر کی تشکیل اور قومی سطح پر اس کی ضرورت و اہمیت کی وضاحت کی۔ زندہ کلچر کے بارے میں وہ لکھتے ہیں:

> ''زندہ اور متحرک کلچر کی سب سے واضح پہچان یہ ہے کہ وہ ایک طرف تو فرد میں اور دوسری طرف بہ حیثیت مجموعی سارے معاشرے کے ہر شعبہ میں تخلیق کی آگ روشن رکھتا ہے۔ تخلیق کی یہ آگ سیاست کے میدان، تجارتی مراکز، دفتری کاروبار، بڑھئی اور لوہار کی ہنرمندی، ملکی اخباروں، تعلیمی اداروں، ادبی تخلیقات، موسیقی کی خوش آئند دھنوں غرض کی ہر جگہ اور ہر سطح پر روشن نظر آتی ہے۔ ایسے میں سارا معاشرہ ہر وقت اپنے خیالات اور رویوں کا جائزہ لینے کے لیے آمادہ رہتا ہے۔''(۱)

فنی لحاظ سے ڈاکٹر جمیل جالبی کا انداز تحریر ادبی بھی ہے اور منطقی بھی، علمی بھی ہے اور مدلل بھی، ان کی عبارت میں ایک بہاؤ اور روانی ہے۔ بعض اوقات و استفہامیہ انداز اپنا کر قاری کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہیں اور سوچنے کی دعوت دیتے ہیں۔ استفہامیہ انداز کو تحریر اور تقریر میں نمایاں حیثیت حاصل ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ قرآن مجید مین جا بہ جا''' کیا انہیں عقل نہیں؟''' کیا وہ تدبر نہیں کرتے؟ جیسے کلمات ملتے ہیں۔ اسی طرح اللہ کے رسول نے جب اعلان نبوت فرمایا تو لوگوں سے سوال کیا۔ پس استفہامیہ انداز کو ایک بنیادی اہمیت حاصل ہے۔

ڈاکٹر جمیل جالبی نے اپنی تحریروں میں کئی مقامات پر بڑے خوب صورت انداز میں استفہامیہ انداز اپنایا ہے اور پھر معلومات کی مدلل انداز میں ترسیل کی ہے۔ ان کی فکری اور فنی ترفع کی دلیل کے طور پر مندرجہ ذیل سطور ملاحظہ کیجیے۔

> ''حیوان اور انسان میں کیا فرق ہے؟ انسان میں شعور ہے حیوان میں شعور نہیں ہے۔ اسی شعور کے ذریعہ انسان اپنے حواس کو پھیلاتا رہتا ہے۔ انسان کے پاس اس بات کا جواب موجود ہے کہ اس کا مقصد کیا ہے۔ حیوان زندگی گزارتا ہے لیکن زندگی کے بارے میں کبھی سوچنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔'' خیال ''انسان کی عظیم تخلیق ہے اور مہذب انسان خیال کی خود تخلیق کرتا ہے۔''(۲)

ان کی دیگر تصانیف و تالیفات میں ''تنقید و تجربہ''، ''نئی تنقید''، ''ادب کلچر اور مسائل''، ''پاکستان میں ذریعہ تعلیم کا مسئلہ''، ''برصغیر میں اسلامی جدیدیت''، ''محمد تقی میر''، ''معاصر ادب''، ''قومی زبان یک جہتی نفاذ اور مسائل''، ''قلندر بخش جرأت لکھنوی تہذیب کا نمائندہ شاعر''، ''مثنوی کدم راو پدم راؤ''، ''دیوان حسن شوقی''، ''دیوان نصرتی''، ''میرا جی ایک مطالعہ'' اور ''ن م راشد ایک مطالعہ'' وغیرہ شامل ہیں۔

تاریخ و تنقید کے علاوہ ڈاکٹر جمیل جالبی نے متعدد انگریزی کتابوں کے تراجم بھی کیے جن میں ''جانورستان''، ایلیٹ کے مضامین ''ارسطو سے ایلیٹ تک'' شامل ہیں۔ اس کے علاوہ وزارت قانون و انصاف و پارلیمانی امور کے تحت آپ نے قانونِ شراکت، حقِ تصنیف آرڈیننس، قانونِ ثالثی اور دیگر کئی قانونی آرڈیننس کے تراجم بھی کیے۔ ترجمہ نگاری ایک محنت

طلب اور مشکل امر ہے۔شبلی کے نزدیک ترجمہ کرنا ایسا ہے جیسے کسی پھول کو کیمیاوی تجزیے کا ہدف بنانا۔(۳) ڈاکٹر جمیل جالبی کے تراجم سے قاری کو ترجمہ کا گمان نہیں گزرتا بل کہ ان کے تراجم طبع زاد معلوم ہوتے ہیں،انھوں نے لفظی ترجمہ کی بہ جائے معنویت کو ترجیح دی ہے۔مندرہ ذیل سطور ملاحظہ کیجیے:

> ''خوف اور ترس کے جذبات کو تماشے کے ذریعے ابھارا جا سکتا ہے لیکن یہ جذبات عمل کی تعمیر سے بھی پیدا ہوسکتے ہیں۔یہ زیادہ بہتر طریقہ اور بہتر ڈرامہ نگار شاعر کی نمایاں صفت ہے۔کیوں کہ پلاٹ کی ترتیب اس طرح ہونی چاہیے کہ اسے بغیر اسٹیج پر دیکھے ہوئے بھی،محض سن کر،کوئی شخص صرف واقعات کی بنا پر،خوف اور ترس کے عالم میں آجائے جیسا کہ ہر اس شخص کو احساس ہوگا جس نے آدیپس کا قصہ سنا ہے۔''(۴)

بچوں کے لیے ڈاکٹر جمیل جالبی کی قابل ذکر کتابیں ''حیرت ناک کہانیاں''اور''خوجی''ہیں۔انھوں نے کم و بیش تمام نثری اصناف میں طبع آزمائی کی جن میں تحقیق،تنقید،ڈرامہ،افسانہ،داستان اور تراجم شامل ہیں۔انہی علمی و ادبی خدمات کے اعتراف میں حکومت پاکستان کی طرف سے انہیں ۱۹۹۰ء میں ستارہ امتیاز،۱۹۹۴ء میں ہلال امتیاز سے نوازا گیا۔۱۹۶۴ء، ۱۹۷۳ئ، ۱۹۷۴ء اور ۱۹۷۵ء میں داود ادبی انعام، ۱۹۸۷ء میں یونیورسٹی گولڈ میڈل، ۱۹۸۹ء میں محمد طفیل ادبی ایوارڈ ،اکادمی ادبیات پاکستان کی طرف سے ۲۰۱۵ء میں انہیں پاکستان کے سب سے بڑے ادبی انعام''کمال فن ادب انعام''سے سرفراز کیا گیا۔

ڈاکٹر جمیل جالبی کی فکر و فن پر کئی تحقیقی مضامین،کتب اور تبصرے شائع کیے گئے۔انہی میں سے ایک کتاب''ڈاکٹر جمیل جالبی:شخصیت اور فن''ہے جس کے مصنف ڈاکٹر عبدالعزیز ساحر ہیں۔اسے اکادمی ادبیات پاکستان نے ۲۰۰۷ء میں شائع کیا۔یہ کتاب ۱۲۰ صفحات پر مشتمل ہے۔اس کتاب کے پیش نامہ میں معروف ادیب اور شاعر افتخار عارف لکھتے ہیں:

> ''پیشِ نظر کتاب''ڈاکٹر جمیل جالبی:شخصیت اور فن''ملک کے معروف محقق عبدالعزیز ساحر نے بڑی توجہ اور محنت سے تحریر کی ہے۔یہ کتاب ڈاکٹر جمیل جالبی کی شخصیت اور ادبی خدمات کو متعارف کرانے اور ان کے کام کو سمجھنے،سمجھانے میں یقیناً معاون ثابت ہو گی۔''(۵)

ڈاکٹر عبدالعزیز ساحر کے علمی ترفع اور تحقیقی تعمق کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ڈاکٹر جمیل جالبی کے سینکڑوں متعلقین کے باوجود انھوں نے کتاب لکھوانے کے لیے ڈاکٹر موصوف کا نام دیا،اس سلسلے میں ان کے کلمات ملاحظہ کیجیے:

> ''اکادمی ادبیات پاکستان نے پاکستانی ادب کے معمار کے سلسلے میں ڈاکٹر جمیل جالبی پر کتاب لکھوانے کے لیے،جب ڈاکٹر جمیل جالبی سے،افتخار عارف نے پوچھا تو انھوں نے میرا نام دیا،یہ میرے لیے سعادت کی بات تھی۔''(۶)

ڈاکٹر جمیل جالبی کا شمار ان ادبا میں ہوتا ہے جن کی تحریر میں رنگ اور رس موجود ہے،شگفتگی اور رعنائی موجود ہے۔ڈاکٹر عبدالعزیز ساحر کے پسندیدہ لکھاریوں میں ان کا شمار ہوتا ہے،ڈاکٹر جمیل جالبی کے اسلوب کے بارے میں ڈاکٹر

موصوف فرماتے ہیں:

''بہت پڑھا تھا جالبی صاحب کو، ان کے تحقیق کے کام نے بہت متاثر کیا، زبان کو پڑھتے ہوئے چاشنی ہونی چاہیے، جالبی کی زبان میں رنگ اور رس موجود ہیں، ان کی تحقیق کی بات میں بھی اسلوب شاعرانہ ہوتا ہے۔ جالبی صاحب کی تاریخ ادب اردو اتنی پڑھی کہ کوئی ایک جملہ پڑھے تو میں بتا سکتا ہوں کہ سیدھے صفحے پر ہے یا الٹے صفحے پر اور اوپر ہے یا آخر میں، دائیں یا بائیں ہے، بار بار پڑھا اور اس سے جملہ بنانے کا اسلوب سیکھا۔'' (۷)

ڈاکٹر عبدالعزیز ساحر نے سب سے پہلے ڈاکٹر جمیل جالبی کا سوانحی خاکہ ''اور شخصیت تجھے کس تمنا سے ہم دیکھتے ہیں''، کے عنوان سے معروضی مطالعہ پیش کیا ہے۔ اس کے بعد ''ادب، کلچر اور تنقید کی خوش بو'' کے عنوان سے ڈاکٹر جمیل جالبی کی تنقید و تحقیق کا جائزہ تیرہ نکات اور ۳۵ حوالوں کے ساتھ لیا ہے۔

دنیا میں فتح و شکست، ترقی و تنزلی اور ارفع و ادنیٰ کی کش مکش جاری ہے۔ جہاں پر انفرادی سطح سے لے کر قومی سطح تک ترقی و تنزلی کا عمل جاری رہتا ہے، اسی طرح قومی روایات، اقدار، کلچر، تہذیب، ثقافت، نظائر اور ادب میں بھی ترقی و تنزلی کا عمل جاری رہتا ہے۔ ادب کسی بھی قوم کی مجموعی سوچ، فکر اور قومی روایات و اقدار کا امین ہونے کے ساتھ ساتھ کسی بھی معاشرے کی حقیقی تصویر ہوتا ہے۔ گویا قوم پر زوال ادب پر زوال اور قوم کا عروج ادب کا عروج متصور ہوتا ہے۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد برصغیر کے مسلمانوں پر جہاں دیگر میدانوں میں زوال و انحطاط آیا وہاں پر ان کا ادبی سرمایہ بھی بری طرح متاثر ہوا۔ مختلف قوموں کے میل ملاپ اور انگریزی ادب نے نہ صرف فنی اعتبار سے اردو ادب کو متاثر کیا بل کہ فکری لحاظ سے بھی ہند اسلامی کی وحدت اور یکجہتی کو بری طرح ٹھیس پہنچائی۔ روحانیت کی جگہ مادیت نے لے لی اور ہر چیز کے افادی پہلوؤں پر غور کیا جانے لگا۔ ڈاکٹر عبدالعزیز ساحر، ڈاکٹر جمیل جالبی کی ''ادب، کلچر اور تنقید کی خوش بو'' میں ان کے تنقیدی افکار کی روشنی میں لکھتے ہیں:

''مشرقی اور مغربی تہذیبوں کے باہمی ٹکراؤ اور [کسی حد تک] مکالماتی اسلوب نے زندگی کو ایک نیا رنگ ڈھنگ عطا کیا ہے۔ اس اسلوب کی فکری اور جمالیاتی تہذیب محض ادب آشنائی سے ممکن نہیں رہی، جب تک کہ ادب اور اس کے تناظر میں موجود، روایت اور تصورِ حقیقت کی وہ کلی تفہیم ممکن نہ ہو جائے، جو ادب کو فکری اور تہذیبی بنیادوں پر استوار کرتی ہے۔'' (۸)

ادب کا براہِ راست تعلق معاشرے سے ہوتا ہے۔ ادب معاشرتی روایات، اقدار اور تہذیب و ثقافت کا جہاں امین ہوتا ہے وہاں پر آئینہ دار بھی ہوتا ہے۔ ادب کی بنیاد پر تہذیب و ثقافت برقرار رہتی ہے اور تہذیب و ثقافت ہی کسی بھی معاشرے کی بقا کی ضمانت ہوتی ہے۔ ادب معاشرے کی شناخت ہے۔ کوئی بھی معاشرہ اس وقت تک باقی رہتا ہے جب تک وہ اپنی شناخت کے ساتھ جڑا رہتا ہے۔ ڈاکٹر عبدالعزیز ساحر ادب کے تہذیبی، ثقافتی اور معاشرتی تعلق کو اس حسین پیرائے میں لکھتے ہیں:

''ادب: انسانی زندگی اور تہذیبی مظاہر کی ترجمانی سے عبارت ہے۔ اگر انسانی زندگی اپنے

تہذیبی اور فکری مدار سے ہٹ جائے ،تو ادب بے معنویت کا شکار ہو کر رہ جاتا ہے۔اس بحرانی کیفیت مین نہ تو وجدانی آہنگ مرتب ہوسکتا ہے اور نہ ہی مکاشفاتی رویے............ وجدان اومکاشفے کا تعلق چوں کہ تہذیب کے اس روحانی نظام کے ساتھ وابستہ ہوتا ہے، جو فرد کے تجربے سے پھوٹتا ہے،اس لیے اس تجربے کی تخلیقی معنویت کے ادراک اور آگاہی کے لیے ضروری ہے کہ فرد اپنی تہذیبی روایت سے فکری اور معنوی اعتبار سے جڑا ہو ہو۔۔۔۔مگر جب ادب اور زندگی کا منظر نامہ اپنے تہذیبی مرکز اور محور سے ہٹ کر، کسی غیر تہذیب کی نقالی کا پیش خیمہ بن جائے ،تو نہ صرف اس سے اپنی تہذیب مجروح ہوتی ہے،بل کہ ادب اور زندگی کا رویہ بھی اپنی حقیقی بنیادوں سے ہٹ جاتا ہے اور یوں بے معنویت اور فکری بحران کی عمل داری بڑھ جاتی ہے۔''(۹)

''ڈاکٹر جمیل جالبی:شخصیت اور فن'' کا دوسرا عنوان ''تاریخ اور تہذیب سے مکالمہ'' ہے جس میں ڈاکٹر عبدالعزیز ساحر نے ڈاکٹر جمیل جالبی کی تنقید کا تنقیدی جائزہ لیا ہے۔اس باب میں ڈاکٹر عبدالعزیز ساحر نے ان کی کتاب ''تاریخ ادب اردو'' کا تنقیدی اور تحقیقی جائزہ پیش کیا ہے۔جو اپنے فنی اعتبار سے ایک منفرد اہمیت اور مقام کا حامل ہے اور فکری لحاظ سے ڈاکٹر عبدالعزیز ساحر کی سوچ اور فکر ہر ہر لفظ اور جملے سے عیاں ہے۔مندرجہ ذیل دو اقتباسات اس حوالے سے ملاحظہ کریں:

الف)''ڈاکٹر جالبی تاریخ کے ہر موڑ پر رکے اور تاریخ کے ساتھ مکالمہ کیا۔انھوں نے کلیت کی تشکیل میں جزئیات کے تانے بانے سے وہ رنگ رس سمیٹا کہ ادب وشعر کی گم شدہ کڑیاں جڑ کر ایک اکائی کی صورت میں متشکل ہوئیں۔انھوں نے آب دیدہ اور کرم خوردہ مخطوطات کی سیر دیکھی؛ نامانوس الفاظ اور رسم الخط کی بھول بھلیوں میں سفر آشنا رہے؛ تاریخ کے اوراق الٹے؛ جغرافیے کی کتابوں کا مطالعہ کیا،تب کہیں جا کر ''مصرعۂ تر'' کی صورت پیدا ہوئی۔انھوں نے اپنے مطالعاتی افادات: تحقیق وتدقیق کے زریں اصولوں کی روشنی میں پرکھے۔''(۱۰)

ب)''ڈاکٹر صاحب کا تحقیقی اور تنقیدی سرمایہ: تخلیقی اسلوب کی دلکشی اور شگفتگی کا آئینہ دار ہے۔وہ اپنے اسلوب کو فکری اور تہذیبی رنگ آمیزی سے تازہ اور شاداب رکھتے ہیں۔ان کی زبان تہذیبی عناصر کے جمالیاتی رنگوں سے تشکیل پاتی ہے۔ان کے ہاں طرزِ ادا: لطافتِ احساس اور رعنائی خیال کے امتزاج سے ایک ایسا دائرہ ترتیب دیتی ہے کہ جس کے سرے شاعرانہ آہنگ سے جا ملتے ہیں۔''(۱۱)

''ڈاکٹر جمیل جالبی:شخصیت اور فن'' کا تیسرا عنوان ''تحقیق اور تدوین کے رنگ'' ہے جس میں ڈاکٹر عبدالعزیز ساحر نے ڈاکٹر جمیل جالبی کی تحقیقی وتدوینی خدمات کا جائزہ لیا ہے۔جس میں سب سے پہلے ڈاکٹر عبدالعزیز ساحر نے تحقیق ،تنقید اور تخلیق کا علمی محاکمہ کیا ہے۔اس کے بعد ڈاکٹر جمیل جالبی کو بہ طور محقق زیرِ بحث لاتے ہوئے ہوئے رقم طراز ہیں:

''ڈاکٹر جمیل جالبی ایک ایسے محقق ہیں کہ جن کے ہاں تحقیق اور تنقید ہم رنگ ہو کر تخلیقی آہنگ

میں ڈھل گئیں۔انھوں نے اشتراک اور امتزاج کے حسن سے خیال کی رعنائی کو ایک ایسا اسلوب عطا کیا، جو تازگی اور شگفتگی کا آئینہ دار ہے۔ان کا تحقیقی آہنگ ان کے تنقیدی اسلوب سے پھوٹتا ہے، کیوں کہ تنقیدی شعور ہی وہ طرزِ احساس ہے کہ جس سے تحقیق کا رنگ نکھرتا ہے اور اس سے ایک نئے جہانِ معنی کی تشکیل ہوتی ہے۔''(۱۲)

ڈاکٹر عبدالعزیز ساحر نے ڈاکٹر جمیل جالبی کے تدوینی کام کا جائزہ لیا جس میں ان کے مرتب کردہ تین متون (دیوان حسن شوقی، دیوانِ نصرتی، مثنوی کدم راؤ پدم راؤ) پر علمی و تحقیقی بحث کی۔ڈاکٹر عبدالعزیز ساحر، ڈاکٹر جمیل جالبی کے تدوینی کام کا جائزہ ان الفاظ میں لیتے ہیں:

(الف)''ڈاکٹر صاحب تحقیق و تدقیق اور تدوین و ترتیب کے دشوار گزار مراحل سے گزر کر شوقی کے کلام کی تدوین اور تہذیب میں کامگا ہوئے۔تدوین کا کام ویسے بھی جگر کاوی کا تقاضا کرتا ہے، چہ جائے کہ شاعر کا کلام کسی مخطوطے یا بیاض کی صورت یکجا ہی نہ ہو۔''(۱۳)

(ب)''ڈاکٹر جمیل جالبی نے متون کی تدوین میں اس فن کے جملہ رموز و علائم سے بھی اخذ و استفادہ کیا اور اپنے تنقیدی شعور کی دل کشی سے بھی............اور اس کی جمالیات کو مؤثر آہنگ میں مرتب کرنے کی بھی طرح ڈالی۔انھوں نے ان تین متون کی تدوین اور ان کے لسانی مطالعات کے تناظر میں دکنی تہذیب کے ادبی رجحانات اور ان کے محرکات کا مطالعہ کیا اور اس اکائی کو تلاشا، جو اس تہذیب کی روح و رواں تھی۔''(۱۴)

''ڈاکٹر جمیل جالبی: شخصیت اور فن'' کا چوتھا عنوان ''گنجینۂ معنی کی طلسماتی اپیل'' ہے جس میں ڈاکٹر جمیل جالبی کی مرتب کردہ لغات (قدیم اردو کی لغت، قومی انگریزی اردو لغت، فرہنگ اصطلاحات جامعہ عثمانیہ) کا علمی و تحقیقی جائزہ لیا گیا ہے، ڈاکٹر عبدالعزیز ساحر نے الفاظ، جملوں اور ان سے منسلک معنی و مفہوم اور ان کی جمالیات کو بڑے احسن انداز میں رقم کیا ہے۔ان کے مطابق لفظ کی کہانی اس کے معنوی آہنگ میں پوشیدہ ہوتی ہے اور یہ راز ہر کسی پر منکشف نہیں ہوتا، صرف وہ لوگ اس راز سے مستفید ہوتے ہیں جو ہمت اور جستجو سے کام لیتے ہیں۔لفظ شناسی کی بحث میں لکھتے ہیں:

''لفظ شناسی محض تکنیکی اور میکانکی عمل نہیں، یہ تخلیقی عمل بھی ہے۔لفظ کے باطن میں موجود مرکزی تصور تک رسائی، دراصل لفظ کی متنوع جہتوں میں سفر آشنائی کے مترادف ہے۔اس سے آگہی اور اس کی کلی تفہیم میکانکی طرزِ احساس سے ممکن نہیں ہوتی، بل کہ اس کا شعور اس تہذیب میں محوِ سفر رہ کر ہی حاصل ہو سکتا ہے، جو لفظ کے باطن میں موجود ہوتی ہے۔''(۱۵)

''ڈاکٹر جمیل جالبی: شخصیت اور فن'' کا پانچواں عنوان ''ترجمہ نگاری یا تطبیق نو کا اشاریہ'' ہے جس میں ڈاکٹر جمیل جالبی کی ترجمہ نگاری کو موضوعِ بحث بنایا ہے۔ترجمہ نگاری میں ڈاکٹر جمیل جالبی کو اسلوبِ اظہار، نیا آہنگ اور قرینہ دریافت کرنے میں ڈاکٹر عبدالعزیز ساحر نے کامگار قرار دیا اور ان کے مطابق تراجم کی وجہ سے دو مختلف تہذیبوں کے مابین فکری اور معنوی ہم آہنگی پیدا ہو جاتی ہے۔اس مختصر اور جامع تبصرہ سے ان کی علمی پختگی اور فنی و فکری مہارت کا ثبوت ملتا ہے:

(الف)''ڈاکٹر جالبی کے یہ تراجم ان کے وسیع مطالعے، عمیق نظری اور جانکاہ محنت کے

عکاس ہیں۔انھوں نے روا داری میں یہ ترجمے نہیں کیے،بل کہ ان میں ایک ایسے نقطۂ اتصال کی تخلیق کی کہ جہاں دو مختلف تہذیبیں باہم معانقہ کرتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں۔"(۱۶)

ممتاز نقاد و محقق ڈاکٹر خلیق انجم، ڈاکٹر جمیل کے فن اور شخصیت کے بارے میں لکھتے ہیں:

"ڈاکٹر جمیل جالبی ایک منکسر المزاج عالم ہیں جن کی زندگی نئی نسل کے لیے قابل تقلید ہے اور جن کے ادبی کارنامے اردو کا بیش بہا خزانہ ہیں۔"(۱۷)

جمیل جالبی کی وضع داری پر تو مرزا ادیب بھی فریفتہ تھے۔اپنے مضمون "دیو قامت" میں مرزا ادیب نے ایک واقعہ بیان کیا ہے۔یہ وہ زمانہ تھا جب صدر ایوب خان نے مغربی پاکستان کے چند ادیبوں کو مشرقی پاکستان کے دورے پر بھیجا تھا۔مرزا ادیب لکھتے ہیں:

"ہم ڈھاکہ سے گاڑیوں میں لدلدا کر ایک سری گاہ کی طرف جا رہے تھے۔میں، جمیل جالبی، طفیل احمد جمالی، چار پانچ اور دوسرے احباب ایک ویگن میں سوار تھے۔گاڑیاں تیزی سے جا رہی تھیں۔ہمارا ڈرائیور شکل وصورت سے افیمی معلوم ہوتا تھا۔ایک جگہ اس نے گاڑی کو بریک جو لگائی تو ساری سواریاں اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکیں ، اچھل پڑیں۔اچھل کر گاڑی کے اندر ہی رہیں لیکن جالبی صاحب نیچے گر پڑے۔ہم سب جلدی سے نیچے اترے، انہیں بڑی مشکل سے گاڑی کے اندر لے گئے اور لٹا دیا۔ان کا رنگ وفور درد سے پیلا پڑ گیا تھا، نیم بے ہوش سے نظر آتے تھے۔میں نے دیکھا کہ ان کے لبوں کو حرکت ہو رہی ہے۔ چہرے پر جھکا تو ایک لفظ میرے کانوں میں پڑا۔یہ لفظ تھا "شکریہ"۔۔۔سخت حیرت ہوئی کہ یہ شخص درد سے مرا جا رہا ہے مگر ایسے میں شکریہ کا لفظ نہیں بھولا۔یہ وہ شائستگی ہے جو لال قلعے کے سائے میں پلی بڑھی تھی۔ یہ وہ وضع داری ہے جو سرزمینِ میر و غالب سے پھوٹی تھی۔جالبی صاحب کی کمر پر ضرب لگی تھی اور شدید طور پر لگی تھی۔بیٹھنا ان کے لیے محال تھا۔ان دنوں مجھے ان کے تحمل اور صبر کا اندازہ ہوا۔سخت اذیت کے عالم میں بھی ان کے ہونٹوں سے کراہ نہ نکلی۔بڑی تکلیف سہنے کے بعد کہیں چلنے پھرنے کے قابل ہوئے۔"(۱۸)

ڈاکٹر محمد احسن فاروقی کے مطابق ڈاکٹر جمیل جالبی کی تنقید نگاری پر ان الفاظ میں تجزیہ کرتے ہیں:

"۔۔اور اب میری مستقل رائے ہے کہ ڈاکٹر جمیل جالبی صاحب، حالی سے لے کر آج تک کے تمام اردو تنقید نگاروں میں سب سے زیادہ اہم ہیں۔"(۱۹)

ڈاکٹر جمیل جالبی کا تعارف ڈاکٹر عبدالعزیز ساحر "ڈاکٹر جمیل جالبی: شخصیت اور فن" کے پیش لفظ میں ان الفاظ میں کراتے ہیں:

"ڈاکٹر جمیل جالبی معاصرانہ ادبی اور فکری تہذیب کا معتبر نام ہے۔وہ معروف معنوں میں تخلیق کار نہیں۔تنقید، تحقیق اور ترجمہ...... یہ تین میدان ہیں، جہاں انھوں نے اپنے فکر و

آہنگ کی نادرہ کاری کا ثبوت دیا ہے۔ان کی تحقیق اور تنقید.....عمومی رنگ و آہنگ سے مرتب اور متشکل نہیں ہوتی،کیوں کہ ان میں وہ تخلیقی رویے موجود رہتے ہیں،جو فکر و فلسفے کی بنیاد اور اساس ہیں۔''(۲۰)

ڈاکٹر جمیل جالبی کی شخصیت اور فن پر جن کتب کو بنیادی اہمیت حاصل ہے ان میں ''ڈاکٹر جمیل جالبی:شخصیت اور فن''ڈاکٹر عبدالعزیز ساحر کی وہ کتاب ہے جو اپنے وجود سے پہلے ہی مہر تصدیق ثبت کروا چکی تھی کیوں کہ ڈاکٹر جمیل جالبی نے اس کتاب کی تخلیق کے لیے ڈاکٹر عبدالعزیز ساحر کا انتخاب کیا۔ڈاکٹر جمیل جالبی کی شخصیت پر کئی کتب شائع کی گئیں مگر اس کتاب کا تذکرہ سب سے زیادہ ڈاکٹر جمیل جالبی کا کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ کتاب ایک بلند مقام کی حامل ہے۔اس کتاب کی اشاعت ہندوستان سے بھی کی گئی جو اس کتاب کی اہمیت و افادیت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

ڈاکٹر جمیل جالبی اردو ادب کا ایک بڑا نام ہے۔ان کی تحریر میں ادبیت،علمیت،تاریخ،فلسفہ،مذہب،منطق،نفسیات وغیرہ جیسے موضوعات ملتے ہیں۔تحقیق اور تدوین میں انھوں نے کارہائے نمایاں سرانجام دیے ہیں۔ان کی تحریروں سے افکار و نظریات میں پختگی،خیالات میں علویت اور جذبات میں خلوص کا عکس نظر آتا ہے۔ڈاکٹر جمیل جالبی کی تخلیقات اور تحقیقات علم و ادب کے مبتدی اور منتہی دونوں کے لیے مشعل راہ کی حیثیت رکھتی ہیں اور انسان کو مختلف جہات میں سوچنے،تحقیق کرنے اور آگے بڑھنے کا جذبہ پیدا کرتی ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ جمیل جالبی،ڈاکٹر،پاکستانی کلچر قومی کلچر کی تشکیل کا مسئلہ،کراچی:مشتاق بک ڈپو،۱۹۶۴ئ،ص:۳۳۔۳۴

۲۔ ایضاً،ص:۳۰

۳۔ بہ حوالہ مظفر علی سید فن ترجمہ کے اصولی مباحث،مشمولہ:تراجم کے مباحث،مرتب:ابوبکر،کراچی:سٹی بک پوائنٹ،۲۰۱۲ء،ص:۳۴

۴۔ جمیل جالبی،ڈاکٹر،ارسطو سے ایلیٹ تک،دہلی:ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس،جون ۱۹۷۷ئ،ص:۱۰۸

۵۔ افتخار عارف،پیش لفظ،مشمولہ:ڈاکٹر جمیل جالبی:شخصیت اور فن،اسلام آباد:اکادمی ادبیات پاکستان،۲۰۰۷ئ،ص:۳۵

۶۔ ساحرؔ،عبدالعزیز،ڈاکٹر،مکالمہ:راقم مضمون،بہ مقام:دفتر صدر شعبہ اردو،علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی،اسلام آباد،۴فروری ۲۰۱۲ء

۷۔ ایضاً

۸۔ ساحر،عبدالعزیز،ڈاکٹر،ڈاکٹر جمیل جالبی:شخصیت اور فن،اسلام آباد:اکادمی ادبیات پاکستان،۲۰۰۷ئ،ص:۴۲

۹۔ ایضاً،ص:۵۲

۱۰۔ ایضاً،ص:۵

۱۱۔ ایضاً،ص:۲۷

۱۲۔ ایضاً،ص:۶۷

۱۳۔ ایضاً،ص:۸

۱۴۔ ایضاً،ص:۹

۱۵۔ ایضاً،ص:۱۹